غزوۂ قسطنطنیہ میں یزید کی عدمِ شرکت

حدیث وتاریخ کا تجزیاتی مطالعہ

(۱)

از: مفتی محمد ابوبکر قاسمی
مدرسہ اسلامیہ شکرپور، بھرواره، دربھنگہ، بہار

بعثتِ نبوی کے وقت دنیا میں قیصر وکسریٰ کی دو مستحکم حکومتیں تھیں، دوسرے سلاطین انھیں حکومتوں کے باج گزار تھے، مکی زندگی میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری مستعدی کے ساتھ مکہ میں رہ کر اور کبھی کبھار مکہ کے اطراف میں لگنے والے میلوں اور بازاروں میں جاکر اسی طرح طائف پہنچ کر دعوتِ اسلام کا فریضہ انجام دیا، اور ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں دعوت کے ساتھ اسلامی حکومت کے قیام واستحکام کا کام پوری تیاری اور خداداد حکمت وبصیرت کے ساتھ انجام دیا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ کفارِ مکہ جو آپ کے شدید دشمن تھے، ان کے ساتھ صلح ہوگئی، پھر مکہ بھی فتح ہوگیا۔ فتحِ مکہ کے بعد آپ نے حضرت زید کی امارت میں رومیوں سے قتال کا آغاز فرمایا۔ غزوۂ موتہ ہی سے رومیوں سے باضابطہ جنگ کا آغاز ہوتا ہے، غزوۂ تبوک اور جیشِ اسامہ کی تیاری وروانگی اور وفات نبوی کے بعد خلافتِ صدیقی میں جیشِ اسامہ کی ملکِ شام پہنچ کر فاتحانہ جنگ، قتالِ روم ہی کا حصہ ہے، خلافتِ فاروقی میں قیصر وکسریٰ دونوں مستحکم حکومتوں کا تختہ پلٹ دیا گیا، کسریٰ کی حکومت کا تو صفحۂ ہستی سے نام ہی مٹ گیا؛ البتہ قیصرِ روم کو دمشق، حمص، شام اور مصر سے کھدیڑ کر قسطنطنیہ میں پناہ لینے پر مجبور کردیا گیا، ۲۰ھ میں قیصرِ روم ہرقل کی وفات ہوئی جس کو صلحِ حدیبیہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا، جس نے اپنے دربار میں حضرت ابوسفیان کو بلواکر آپ کے احوال دریافت کیے تھے جس کا تفصیلی قصہ کتبِ حدیث میں موجود ہے، ہرقل کی وفات کے بعد قسطنطین بادشاہ ہوا۔ یاد رہے کہ قسطنطنیہ اور عربستان کے درمیان دریا حائل ہے، عربستان سے متصل دریا سے اِس پار کا خطہ تو حضراتِ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ ہی کی خلافت کے ایام میں رومیوں سے فتح کرلیا تھا؛ لیکن دریا پار کرکے رومیوں سے جنگ کرنے کی اجازت سیدنا عمر نے اپنے دورِ خلافت میں نہیں دی؛ البتہ سیدنا عثمان غنی کی خلافت کے زمانہ میں حضرت امیرِ معاویہ جو ملک

شام کے گورنر تھے، ان کے پیہم اصرار کی وجہ سے آپ نے ان کو غزوۃ البحر کی اجازت دے دی؛ چنانچہ دریا پار کرکے رومیوں سے جنگ کا آغاز سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی کی خلافت میں خود انھیں کی اجازت سے ۲۷ھ میں کردیا تھا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ امِ حرامؓ بنت ملحان کے بقول خود ان کے گھر بوقتِ قیلولہ غزوۃ البحر سے متعلق حضور اکرم ﷺ نے دو خواب دیکھا تھا اور آپ دونوں خواب سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تھے، حضرت ام حرامؓ نے دونوں مرتبہ آپ سے مسکراکر بیدار ہونے کا سبب دریافت کیا تھا، آپ نے دونوں مرتبہ حضرت ام حرامؓ کو یہ جواب دیا تھا وأیت قومًا من امتی یرکبون ظهر هذا البحر كالملوك على الاسرة (سنن دارمی، کتاب الجہاد باب فضل غزوۃ البحر، حدیث ۲۴۶۴، مسند ابی یعلی حدیث ۲۶۷۵)

حضرت ام حرامؓ سے مذکورہ روایت کو دو بزرگوں نے نقل کیا ہے: ایک حضرت انسؓ جو صحابی رسول ہیں اور حضورِ اکرم ﷺ کے خادم خاص ہیں اور حضرت ام حرامؓ کے بھانجہ ہیں۔ گویا گھر کے آدمی ہیں، اور دوسرے راوی عمیر بن الاسود العنسی ہیں، جو صحابی تو نہیں ہیں؛ البتہ مخضرم ہیں اور ان کا شمار نیک لوگوں میں ہوتا ہے، حضرت ام حرام والی روایت جس کے راوی ان سے حضرت انس ہیں اس روایت کو تمام صحاح ستہ کے مصنّفین نے نقل کیا ہے؛ بلکہ امام بخاریؒ نے تو اس روایت کو حضرت انسؓ سے مختلف کتابوں اور متفرق ابواب میں چھ مرتبہ نقل کیا ہے اور بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے، قدرِ مشترک حضرت انسؓ کی تمام روایات کا مضمون یکساں ہے؛ البتہ حضرت ام حرامؓ کی روایت کے دوسرے راوی عمیر بن الاسود العنسی کی روایت کو میری معلومات کے مطابق اور میرے ناقص مطالعہ کی روشنی میں صرف سیدنا امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد، باب ما قیل فی قتال الروم حدیث ۲۸۳۶، ج۱، ص ۴۰۹ و ۴۱۰ پر نقل کیا ہے، حضرت انسؓ سے مروی روایات کی تحقیق وتخریج کے لیے ذیل میں حوالجات کی تفصیل تحریر کی جاتی ہے:

(۱) صحیح بخاری کتاب الجهاد باب۳، الدعاء بالجهاد والشهادة، حدیث ۲۷۰۷، جلد اول، ص ۳۹۱۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الجهاد باب۸، فضل من يصرع فى سبيل الله، حدیث ۲۷۱۷، جلد اول، ص ۳۹۲۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الجهاد، باب ٦٣، غزوة المرأة فى البحر، حدیث ۲۷۹۲، جلد اوّل، ص ۴۰۳۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الجهاد، باب ۷۵، رکوب البحر، حدیث ۲۸۰۸، جلد اوّل، ص ۴۰۵۔

(۵) صحیح بخاری کتاب الاستیذان، باب ۴۱، من زار قوماً فقال عندهم، حدیث ۶۰۴۱، جلد دوم، ص ۹۲۹۔

(۶) صحیح بخاری کتاب التعبیر، باب ۱۲، الرویا بالنهار، حدیث ۶۷۳۲، جلد دوم، ص ۱۰۳۶۔

(۷) صحیح مسلم کتاب الامارة، باب فضل الغزو فی البحر، حدیث ۴۸۱۹ تا ۴۸۲۳ پانچ روایات۔

(۸) نسائی شریف کتاب الجهاد فضل الجهاد فی البحر جلد دوم، ص ۵۲۔

(۹) جامع ترمذی، ابواب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی غزوة البحر جلد اول، ص ۲۹۴۔

(۱۰) سنن ابی داؤد کتاب الجهاد، باب ۱۱، فضل الغزو فی البحر۔

(۱۱) سنن ابن ماجه کتاب الجهاد باب فضل غزوة البحر جلد دوم، ص ۱۹۹۔

(۱۲) سنن دارمی کتاب الجهاد، باب ۲۹، فی فضل غزوة البحر، حدیث ۲۴۶۴، جلد دوم، ص ۲۷۶۔

(۱۳) مسند ابی یعلی، حدیث ۲۶۷۵۔

(۱۴) صحیح ابن حبان، حدیث ۴۶۰۸۔

حضرت انسؓ کی تمام روایات میں حضور پاک ﷺ کے دو خواب دیکھنے اور مسکراتے ہوئے اٹھنے اور پھر حضرت ام حرامؓ کے اس غزوہ میں شرکت کی دعا کرانے اور آپ ﷺ کے دعا فرمانے کا تفصیلی ذکر ہے، حضرت ام حرامؓ کے پوچھنے پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے پہلے خواب کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح کی متعدد جگہوں میں حسب ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

(۱) ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل الله یرکبون ... هذا البحر ملوکا علی الأسرة او مثل الملوك الأسرة (بخاری ۱/۳۹۱، ۲/۹۲۹، ۲/۱۰۳۶)

(۲) ناس من أمتی عرضوا علی یرکبون هذا البحر الأخضر کالملوك علی الأسرة (بخاری ۱/۳۹۲)

(۳) ناس من أمتی یرکبون البحر الأخضر فی سبیل اللّٰه مثلهم مثل الملوك (بخاری ۱/۴۰۳)

(٤) عجبت من قوم من أمتی یرکبون البحر کالملوك علی الأسرة (بخاری ۴۰۵/۱)

ترجمہ: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے دکھائے گئے، یا مجھے اپنی امت کے کچھ لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ لوگ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے دریا کے بیچ یا دریا کے ظاہری سطح پر یا سبز دریا میں تختوں پر بادشاہوں (کے بیٹھنے) کی طرح دریا میں (کشتیوں پر) سوار ہیں۔

❁ ❁ ❁

دوسرے خواب کے الفاظ کو امام بخاریؒ نے یوں نقل کیا ہے:

ثم وضع راسه ثم استیقظ وهو یضحك فقلت ما یضحك یا رسول اللّٰہ قال:

(١) ناس من أمتی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللّٰہ کما قال فی الأول (بخاری ۳۹۱/۱، ۱۰۳۷/۲)

(٢) ثم نامه الثانیة ففعل مثلها فقالت مثل قولها فأجابها مثلها (بخاری ۳۹۲/۱)

(۳)ش ثم عاد فضحك فقالت له مثل أو ممّ ذلك فقال لها مثل ذلك (بخاری ۴۰۳/۱)

(٤) ثم نامه فاستیقظ وهو یضحك فقال مثل ذلك مرتین أو ثلاثا (بخاری ۴۰۵/۱)

ترجمہ: پہلے خواب سے بیدار ہونے کے بعد حضرت ام حرامؓ سے اس خواب کو بیان کرنے پھر حضرت ام حرامؓ کے سوال وجواب اور دعا کی درخواست وغیرہ کرنے اور آپ کے دعا دینے کے بعد آپ ﷺ دوبارہ تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئے پھر دوبارہ آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، حضرت ام حرامؓ کے سوال کرنے اور مسکرانے کا سبب پوچھنے پر آپ ﷺ نے پہلے ہی کی طرح جواب دیا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے اور یہ بات آپ نے دو یا تین مرتبہ کہی۔ امام دارمی نے دوسرے خواب کے الفاظ نہایت ہی صراحت کے ساتھ یوں نقل کیے ہیں، رأیت قوما من أمتی یرکبون ظهر هذا البحر کالملوك علی الأسرة. (سنن دارمی ۲۷۶/۲) میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو اس دریا کی پُشت پر تختوں پر بادشاہوں کی طرح (کشتیوں پر) سوار دیکھا۔

امام دارمیؒ نے پہلے خواب کا ذکر بھی بعینہٖ مذکورہ الفاظ کے ذریعہ تحریر کیا ہے، حضرت انسؓ کی سند سے حضرت ام حرامؓ کی تمام روایات کا مضمون یکساں ہے، دونوں خواب کا تعلق دریائی سفر سے ہے، پہلے سفر میں حضرت ام حرامؓ کے لیے حضور ﷺ نے شرکت کی دعا فرمائی تھی؛ چنانچہ وہ غزوہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں سیدنا امیر معاویہؓ نے شروع فرمایا تھا جس میں حضرت ام حرامؓ بھی

شریک ہوئی تھیں اور اسی غزوہ سے واپسی میں سواری کے جانور سے گر کر ان کی وفات ہوگئی تھی۔ ان تمام باتوں کا تذکرہ خود بخاریؒ کی روایات میں نیز حضرات شارحین نے مفصل طور پر کیا ہے، بخاری کی مختلف روایات کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

(۱) فركتبتُ البَحرَ فِي زمانِ مُعاوِيَةَ فصرعتُ عَنْ دابَّتِها حِيْنَ خَرَجتُ مِنَ البَحرِ فهلَكتُ (بخاری ۱/۳۹۱) نیز ملاحظہ ہوں (بخاری ۲/۹۳۰ و ۱۰۳۷)

(۲) فَخَرَجتْ مَعَ زَوجِها عُبادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غازِيًا أوّلَ ماركبَ المُسلِمُونَ البَحرَ مَعَ معاوِيَةَ فَلَا انصرَفُوا مِنْ غزوِهِم قافِلِيْنَ فنزلُوا الشّامَ فقرُبتْ إليْها دابَّةٌ لِتركبَها فصرعتْها فماتتْ (بخاری ۱/۳۹۲)

(۳) قَالَ أنسٌ فركِبتُ البَحرَ مَعَ بِنْتِ قُرظَةَ فلمّا قفلتْ ركِبتْ دابَّتَها فوقصتْ بِها فَسقطتْ عنْها فماتتْ (بخاری ۱/۴۰۳)

(٤) فلمّا رجعتْ قرُبتْ دابَّتُها لِتركبَها فوقعتْ فاندقّتْ عُنقُها (بخاری ۱/۴۰۵)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں مذکورہ غزوہ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

أخذها معهٗ لمّا غزا قبرصُ فِي البَحرِ سَنَةَ ثمانٍ وّعشرِينَ وكانَ مُعاوِيَةُ أوّلَ مَنْ ركِبَ البَحرَ لِلغزاةِ فِي خِلافةِ عُثمانَ رضِيَ اللّٰهُ تعالى عَنْهُ (عمدۃ القاری ۱۰/۱۹۷)

خلاصہ

مذکورہ غزوہ سب سے پہلے سیدنا عثمان غنیؓ کی خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے انجام دیا، جس میں ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بنت قرظہ اور حضرت ام حرامؓ شریک تھیں، جب مجاہدین کا قافلہ لوٹ کر ملکِ شام واپس آیا تو سواری کے جانور سے گرنے کے سبب حضرت ام حرامؓ کی گردن ٹوٹ گئی اور اسی گردن ٹوٹنے کے سبب ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت ام حرامؓ کے شوہر کا نام عبادۃ بن الصامتؓ ہے، جو سب سے پہلے ہونے والے اس دریائی سفر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے۔ (ملاحظہ ہو بخاری ۱/۳۹۲)

حضرت انسؓ کی سند سے مروی حضرت ام حرامؓ کی تمام روایات کو پڑھ جایئے کسی میں صراحت کے ساتھ نہ قتالِ روم کا تذکرہ ہے اور نہ ہی اس غزوہ کے شرکا کے لیے صراحت کے ساتھ جنت کی بشارت ہے؛ البتہ بعض شارحین نے حدیث انسؓ میں وارد الفاظ مُلُوكًا على الأسرةِ يا مِثْلَ المُلُوكِ عَلى الأسرةِ (بخاری ۱/۳۹۱) یا كالملوك على الأسرة (بخاری ۱/۴۰۵) کا

ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان غازیوں اور مجاہدوں کا حال جنت میں تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کے مانند ہوگا؛ لیکن دوسرے شارحین نے اس مفہوم کی تردید بھی فرمائی ہے۔

اب حضرت ام حرامؓ کی حدیث کی دوسری سند اور اس کے دوسرے راوی عمیر بن الاسود العنسی سے مروی الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے جس کی شرح میں بخاری کے مہلب جیسے بعض شارحین نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت کے ساتھ یزید علیہ ما علیہ جیسے متنازع فیہ شخص کی ظلم وجبر کی تلواروں سے حاصل کی ہوئی حکومت کو خلافتِ راشدہ اور خود یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور سیدنا حسین جیسے نوجوانانِ اہل جنت کے سردار کو باغی اور ان کی مظلومانہ شہادت کو قتلِ ناحق کہنے کے بجائے قتلِ صحیح ثابت کرنے کے لیے پورا زورِ قلم صرف کیا گیا ہے؛ اس لیے ان سطور میں ہم حدیث وتاریخ کا تجزیاتی مطالعہ کر کے اہلِ عقل ودانش اور اصحابِ علم وفہم پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ بخاری کی مذکورہ عمیر بن الاسود والی روایت کے متعلق اربابِ بصیرت حضرات کیا کہتے ہیں، نیز یزید اس حدیث میں وارد بشارت کا مصداق ہے یا نہیں؟ پہلے زیر بحث روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے امام بخاری علیہ الرحمہ نے اسے اپنی صحیح کے کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم ۱/۴۰۹ میں بالفاظ ذیل نقل کیا ہے:

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الأَسْوَدِ الْعَنَسِيِّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَىٰ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحَةِ حِمَّصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صلى اللّٰه عليه وسلّم يَقُوْلُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسولَ اللّٰهِ! أَنَا فِيهِمْ قَالَ: أَنْتِ فِيهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ فَقُلْتُ أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُوْلَ قَالَ: لَا. (بخاری ۱/۴۰۹)

(۱) اس روایت میں حضورِ پاک ﷺ کے دوخوابوں کا ذکر نہیں ہے؛ جبکہ پہلی روایت میں دونوں خوابوں کی مکمل صراحت ووضاحت ہے۔

(۲) پہلی روایت میں شرکائے غزوہ کے لیے صراحت کے ساتھ کوئی بشارت نہیں ہے؛ لیکن اس روایت میں پہلے دریائی سفر والے لشکر کے لیے أَوْجَبُوْا کا لفظ وارد ہوا ہے جس کا مطلب اکثر نے أَوْجَبُوْا الْجَنَّةَ اور بعض نے أَوْجَبُوا الْمَحَبَّةَ (عمدۃ القاری) کے الفاظ کے ذریعہ بیان کیا ہے۔

(۳) اور دوسرے لشکر کے لیے جو مدینۂ قیصر پر حملہ کرنے میں پہل کرے گا مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ

کا ذکر ہے کہ اس دوسرے لشکر کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تراجمِ ابواب سے متعلق اپنے رسالہ میں جو بخاری جلد اول کے ساتھ مطبوع ہے، زمانۂ ماضی کے گناہ کی معافی کے ساتھ مختص مانا ہے۔ (ملاحظہ ہو بخاری جلد اول شرح تراجم ابواب بخاری ص ۴۳۱، باب ما قیل فی قتال الروم)

نیز اسلام، حج اور ہجرت کے متعلق مسلم شریف کی حدیث میں صاف صراحت کے ساتھ مروی ہے یَھْدِمُ أوْ تَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ أوْ قَبْلَھَا (ملاحظہ ہو مسلم شریف کتاب الایمان باب ۵۳ کونُ الإسلامِ یَھْدِمُ مَا کان قبلَہ، حدیث ۲۲۹، ۷۶/۱)

ترجمہ: اسلام، حج اور ہجرت سابقہ گناہوں کو معاف کردیتا ہے، یہ حضور نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا تھا جب وہ مسلمان ہوئے تھے؛ لیکن اس کے باوجود ان کا حال یہ تھا کہ وہ مرنے کے وقت کافی دیر تک روتے رہے، ان کے رونے کا تفصیلی قصہ اور رونے کے سبب کو جاننے کے لیے مسلم شریف کے مذکورہ باب کا مطالعہ کیجیے۔

یزید کو جنتی ثابت کرنے والوں کے فہمِ خاطی کے سمجھنے کے لیے اوپر کا مذکورہ بیان ہی کافی ہے، پھر بھی مزید وضاحت کے لیے مدلل بحث ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق

یہاں یہ بات اچھی طرح ملحوظِ خاطر رہے کہ حضرت امِ حرامؓ کی حدیث کے دوسرے راوی عمیر بن الاسود العنسی ملک شام کے رہنے والے ہیں ان کا نام عمرو اور لقب عمیر ہے۔ یہ صحابی تو نہیں البتہ بہت عبادت گزار تھے، تابعین مخضرم میں ان کا شمار ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تعریف کیا کرتے تھے، ان کی وفات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی، بخاری شریف میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے وَلَیْسَ لَہٗ فِیْ الْبُخَارِيِّ سِوَیٰ ھٰذَا الْحَدِیْثِ (فتح الباری ۱۳۱/۶)

عمیر بن الاسود کے شاگرد خالد بن معدان ہیں یہ زیادہ تر مرسل روایات بیان کرتے ہیں، ان کے شاگرد ثور بن یزید ہیں، علامہ عینی نے ان کا تعارف حیوان مشہور کہہ کر کرایا ہے کہ یہ اس کے ہم نام ہیں، یہ حمص کے باشندے ہیں، یہ مذہباً قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے دادا جنگِ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اسی جنگ میں وہ مقتول ہوئے، ثور کا یہ حال تھا کہ جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو کہتے کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کردیا ہو۔ اہل حمص نے قدریہ مذہب رکھنے کی وجہ سے انھیں شہر بدر کردیا تھا، چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے:

يُقَالُ إِنَّهُ قَدْرِيًّا وَكَانَ جَدُّهُ قَتَلَ يَوْمَ صِفِّيْنَ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ ثَوْرًا إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا قَالَ لَا أُحِبُّ رَجُلًا قَتَلَ جَدِّي نَفَاهُ أَهْلُ الْحِمَّصِ لِكَوْنِهِ قَدْرِيًّا (تہذیب التہذیب ۳۴/۲، تقریب التہذیب ۱/۷۴) قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَانَ ثَوْرٌ يَرىٰ الْقَدَرَ وَكَانَ أَهْلُ الْحِمَّصِ نَفَوْهُ أَخْرَجُوْهُ وَأَحْرَقُوْا دَارَهُ (میزان الاعتدال ۱/۳۸۴)

ثور کے شاگرد یحییٰ بن حمزہ ہیں یہ بھی دمشق کے رہنے والے ہیں اوران کا بھی تعلق فرقۂ قدریہ سے ہے اور یحییٰ بن حمزہ کے شاگرد اسحاق بن یزید دمشقی ہیں، ان سے محدث ابوحاتم نے روایت حدیث لکھی ہے، امام ابوزرعہ راوی نے بھی ان کا زمانہ پایا ہے؛ مگران سے کوئی روایت نہیں لکھی ہے، قَالَ أَبِیْ حَاتِمٍ كَتَبَ أَبِیْ عَنْهُ وَسَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ يَقُوْلُ أَدْرَكْنَاهُ وَلَمْ نَكْتُبْ عَنْهُ (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

بخاری کے مذکورہ رواۃ حدیث کے حالات پڑھنے کے بعد غور کیجیے، ان سے مروی حدیث جہاں غریب ہے وہیں شاذ ہے (شرح نخبہ ص۴۰ و۴۱)۔ اب خود ہی غور کیجیے کہ یہ حدیث موضعِ بحث میں قابلِ استدلال ہے یا نہیں؟ ویسے خود امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں ”قیل فی قتالِ الروم“ کا عنوان قائم کرکے فضائل کے باب میں تسامح کے اصول کو ملحوظ رکھ کر اس روایت کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ آیت الکرسی کی فضیلت میں شیطان کے موید بالدلیل جملہ کو نقل کیا ہے۔ فَافْهَمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

رواۃ حدیث کے ضروری احوال جاننے کے بعد اب ہم باب اور متن حدیث کی عبارات پر غور کرتے ہیں۔ امام بخاری نے باب ما قیل فی قتال الروم کے عنوان سے قائم کیا ہے، قیل کے لفظ پر غور کیجیے اور قتالِ روم کو سمجھنے کے لیے سنن دارمی کی ایک حدیث پڑھیے۔

عَنْ أَبِيْ قَبِيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ بَيْنَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وسلم نَكْتُبُ إِذَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ أَيَّ الْمَدِيْنَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلًا قُسْطُنْطُنِيَّةُ أَوْ رُوْمِيَّةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلّم لَا بَلْ مَدِيْنَةُ هِرَقْلَ أَوَّلًا (سنن دارمی مقدمہ باب ۴۳ من رخص فی کتابۃ العلم ۱/۱۳۷)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۱۳۲۹، المعجم الکبیر حدیث ۶۱۔

آگے متنِ حدیث ہے، اس میں دو غزوہ کا ذکر ہے، ایک غزوۃ البحر کا جس کے الفاظ ہیں أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا (بخاری ۱/ ۴۰۹)

اس حدیث کے مصداق بلاشبہ حضرت معاویہؓ ہیں حضرت انسؓ سے مروی روایات میں بھی

بخاری شریف کے دیگر ابواب وکتب میں سیدنا امیر معاویہؓ کے نام کی صراحت ہے، اوراس غزوۃ البحر میں سیدنا معاویہؓ اوران کی اہلیہ کے ساتھ حضرت ام حرامؓ اوران کے شوہر عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات بھی شریکِ غزوہ تھے؛ البتہ دوسرا غزوہ کون سا ہے بحری یا بری تو اس سلسلہ میں حضراتِ شارحین میں اختلاف ہے؛ لیکن حضرت انسؓ کی صحاحِ ستہ اور دیگر کتب حدیث میں مروی روایات کی روشنی میں میرے نزدیک دوسرے غزوہ کا بھی بحری ہونا متعین ہے۔

اب آیئے حدیث کے الفاظ کو پڑھیے، جو دوسرے غزوہ سے متعلق عمیر بن الاسود کی روایت میں آئے ہیں: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ (بخاری ۱/۴۰۹)

اس حدیث میں پہلا لفظ جو یادرکھنے کے قابل ہے أولُ جیش ہے، یزید ہرگز اول جیش میں شامل نہیں ہے؛ چنانچہ آئندہ صفحات میں حدیث وتاریخ کی روشنی میں اس کا مفصل ومدلل تذکرہ کیا جائے گا۔ دوسرا لفظ مدینۃ قیصر کا ہے، غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کے دوران چٹان کو توڑنے اوراس سے بجلی چمکنے کا جو منظر دکھایا گیا تھا(۱) جس کی تشریح لسانِ نبوت نے

(۱) نسائی شریف کتاب الجهاد، باب غزوة التبوك والحبشة ۲/۵۳۔

قیصر وکسریٰ کے محلات سے کی تھی، اس کی فتوحات کی تکمیل سیدنا عمر فاروق کی خلافت کے تین سالوں میں ہوگئی تھی؛ چنانچہ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے: وَاسْتَوْلیٰ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ ثَلاَثَةِ أَعْوَامٍ عَلٰى كُرْسِيِّ مَمْلَكَةِ كِسْرىٰ وَعَلٰى كرسِيِّ مَمْلَكَةِ قَيْصَرَ وَعَلٰى أُمَّی بِلاَدُهُمَا (سیر اعلام النبلا ۲۸/۱۱۶)

ترجمہ: (سیدنا عمر کے دورِ خلافت کے) صرف تین سالوں (۱۴ھ تا ۱۶ھ) میں مسلمانوں نے قیصر وکسریٰ کے تخت اوران کے اہم شہروں کو فتح کرلیا تھا۔

یہاں مدینۂ قیصر کو سمجھنے کے لیے بخاری وترمذی کی اس حدیث کو بھی سامنے رکھنا چاہیے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک نقل کیا ہے:

اِذَا هَلَكَ كِسْرىٰ فَلاَ كِسْرىٰ بَعْدَهٗ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلاَ قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقَنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (بخاری ۱/۴۲۵، ترمذی ابواب الفتن، باب اذا ذہب کسریٰ ۲/۴۵) قال الترمذی هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

قَالَ الْمُحَشِّيْ قوله إذَا هَلَكَ كِسْرىٰ فَلاَ كِسْرىٰ بَعْدَهٗ بِالْعِرَاقِ وَلاَ قَيْصَرَ بَعْدَهٗ بِالشَّامِ وَذٰلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ كَثِيْرًا لِلتِّجَارَةِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا خَافُوا

انُقِطَاعَ سَفَرِهِمُ إلَيهِمَا فَبَشَّرُوا بِذٰلِكَ وَكَذا وَقَعَ بِحَمْدِ اللّٰهِ،اهـ مجمع بحار الانوار (حاشیہ ترمذی ۲،۴/۴۵)

حضورِ پاک ﷺ نے جس ہرقل کو صلح حدیبیہ کے بعد خط لکھا تھا اور حضرت دحیہ کلبیؓ کو خط دے کر بصریٰ بھیجا تھا ان دنوں روم کا بادشاہ ہرقل حمص ہوکر ایلیا پہنچا تھا، وہیں اس کو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہٴ مبارک دیا گیا تھا، اس نے ابوسفیان کو بلوا کر حضورِ پاک ﷺ کے متعلق جو احوال معلوم کیے تھے، وہ سب واقعات ملکِ شام ہی میں پیش آئے تھے۔ (ملاحظہ ہو بخاری کتاب الجہاد باب ۱۰۲، حدیث ۲۸۵۲، ۲۸۵۳)

مندرجہ روایات کے تناظر میں مدینہٴ قیصر کا مصداق احقر کے نزدیک قسطنطنیہ نہیں؛ بلکہ ملکِ شام کا علاقہ ہے، تاہم اگر دریائی سفر کرکے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر مراد ہے تب بھی اس کا مصداق سیدنا معاویہؓ اور ان کے دیگر رفقاء ہیں جس میں یزید ہرگز شامل نہیں ہے؛ لیکن اس کی تفصیل جاننے سے قبل بطور جملہٴ معترضہ کے علامہ ذہبی کا ایک بیان پڑھ لیجیے، انھوں نے خلافت راشدہ کے تذکرہ میں ۲۰ھ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَفِيهَا (أيْ فِي سَنَةِ عِشْرِينَ) هَلَكَ هِرَقْلُ عَظِيمُ الرُّومِ وَهُوَ الَّذِي كَتَبَ إلَيهِ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُوهُ إلَى الإسْلَامِ وَقَامَ بَعْدَهَا بُنُهُ قُسْطُنْطِيْنُ (سیر اعلام النبلا ۲۸/۱۲۵)

ترجمہ: جس ہرقل کو حضورِ پاک ﷺ نے نامہٴ مبارک لکھا تھا، اس کی وفات سن ۲۰ھ میں ہوگئی، اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا قسطنطین اس کا جانشین ہوا، جو قسطنطنیہ میں رہا کرتا تھا۔ ۳۲ھ میں سیدنا معاویہؓ نے اس سے جنگ کرتے ہوئے اپنا لشکر قسطنطنیہ کی گھاٹی تک پہنچا دیا تھا؛ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے ۳۲ھ کے ذیل میں لکھا ہے: فِيهَا كَانَتْ وَقْعَةُ الْمُضِيقِ بِالْقُرْبِ مِنْ قُسْطُنْطُنِيَةَ وَأمِيرُهَا مُعَاوِيَةُ (سیر اعلام النبلا، ۲۸/۱۸۱)

علامہ ابن کثیرؒ نے بھی ”البدایہ والنہایہ“ جلد سابع میں لکھا ہے:

ثُمَّ دَخَلَتْ سنةُ ثُنْتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ وَفِيْهَا غزا مُعَاوِيَةُ بِلَادَ الرُّوْمِ حَتّٰى بَلَغَ الْمُضِيْقَ مُضِيْقَ قُسْطُنْطُنِيَةَ. (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۷/۱۵۹)

امام طبریؒ نے بھی ۳۲ھ کے اہم واقعات کے تحت واقدی اور ابومعشر کی روایت سے سیدنا معاویہ بن سفیان کے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ طبری مترجم حصہ سوم ۳۶۵، خلافتِ راشدہ ۲) (باقی)

❁ ❁ ❁